مولانا محمد جعفر پھلواروی

ابنِ حجر عسقلانی

مشہور "ابنِ حجر" دو ہیں - ایک عسقلانی ہیں اور دوسرے مکی ہیتمی — دونوں شافعی المذہب ہیں عسقلانی محدث ہیں اور مکی فقیہ۔ ہم دونوں کے حالات لکھیں گے اور آغاز عسقلانی سے کر رہے ہیں کیونکہ یہ زمانی تقدم رکھتے ہیں۔

ان کا نام احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن محمود بن حجر ہے - لقب شہاب الدین اور کنیت ابو الفضل ہے۔ نسباً بنی کنانہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ فلسطین کے جنوبی ساحل پر ایک مشہور جگہ ہے جسے عسقلان کہتے ہیں - یہ جگہ صلیبی جنگوں کے لیے مشہور ہے۔ عسقلان قدیم مصر ہی کا حصہ تھا - یہ ولادت نشو و نما، وطن اور مدفن ہر لحاظ سے مصری ہیں - ان کی ولادت شعبان ۷۷۳ھ میں ہوئی۔ کہتے ہیں کہ ان کے والد کی کوئی اولاد زندہ نہیں رہتی تھی۔ جس کی وجہ سے وہ کبیدہ خاطر رہتے تھے۔ پھر یہ ایک درویش شیخ صناقیری کے پاس گئے - انھوں نے دعا کی اور فرمایا کہ تمھاری پشت سے ایک ایسا زندہ فرزند پیدا ہوگا جو ایک دنیا کو اپنے علم سے معمور کر دے گا - ابن حجر مصر میں تو تھے ہی - یہاں سے طلب علم کے لیے اسکندریہ، شام، قبرص، عراق، حلب، حجاز اور یمن وغیرہ کا سفر کیا اور ہر جگہ ائمہ فن کے علمی چشموں سے سیراب ہوتے رہے - انھیں نثر اور نظم دونوں پر کمال درجے کی قدرت حاصل تھی۔

جلال الدین سیوطی طبقات الحفاظ میں لکھتے ہیں :

۱؎ مشہور عسقلانی بھی تین ہیں اور تینوں ابن حجر کے نام سے مشہور ہیں - ایک تو خود مذکور عسقلانی کے صاحبزادے محمد بن احمد بن علی بن حجر عسقلانی ہیں جنھوں نے اپنے والد کی نخبۃ الفکر کی شرح نتیجۃ النظر فی شرح نخبۃ الفکر لکھی ہے دوسرے علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد بن حجر ہیں جن کا زمانۂ ولادت اور وفات ۷۷۰ ہے - یہ بھی عسقلانی مصری کنانی، شافعی ہیں - دیکھیے ابن العماد کی شذرات الذہب ج ۲، ص ۲۵۲، ۲۵۳ -

تعلم الشعر فبلغ فيه الغاية، ثم طلب الحديث فسمع الكثير ورحل وتخرج بالحافظ ابی الفضل العراقی وبرع فيه وتقدم فی جميع فنونه وانتهت اليه الرحلة والرياسة فی الحديث فی الدنيا بأسرها۔ فلم يكن فی عصره حافظ سواه۔

(ابن حجر عسقلانی نے) فن شعر سیکھا تو حد کمال تک پہنچ گئے۔ پھر علم حدیث حاصل کرنے کی طرف توجہ دی تو بکثرت ائمہ سے سماع حاصل کیا اور عراق جاکر حافظ ابو الفضل عراقی سے علم حدیث حاصل کیا۔ اور اس میں یگانۂ روزگار ہوئے۔

یوں تو ابن حجر تمام علوم میں طاق تھے لیکن ساری دنیا میں چونکہ ان کے سوا کوئی حافظِ حدیث نہ تھا اس لیے اس فن کی امامت انہی کے حصے میں آئی اور سارے محدثین کے مرجع یہی ہوئے۔

ان کی تمام تصانیف ان کے زمانے ہی میں خاصی مقبول ہوگئی تھیں اور دُور دراز سے ان کی کتابوں کی مانگ ہونے لگی تھی۔ فنِ حدیث میں خود ان کے اساتذہ و شیوخ بھی ان کی عظمت و جلالت کے قائل ہو گئے تھے بلکہ وہ لوگ ان کو اپنے اوپر ترجیح دیتے تھے۔ کتابیں پڑھنے میں تو انھیں غیر معمولی کمال حاصل تھا۔ اس کا اندازہ یوں کیجئے کہ چار نشستوں میں پوری سنن ابن ماجہ ختم کرلی اور چار ہی نشستوں میں صحیح بخاری پڑھ ڈالی جس میں صرف دو دن اور چند گھنٹے لگے۔ نسائی کی سنن کبیر صرف دس نشستوں میں شرف الدین بن کویک کو سنا ڈالی۔ ہر نشست چار گھنٹے کی ہوتی تھی۔ طبرانی کی معجم صغیر تو ظہر و عصر کے درمیانی وقفے میں ختم کرلی، حالانکہ اس میں اسانید کے ساتھ ڈیڑھ ہزار احادیث ہیں۔

ان کا نظام الاوقات تین حصوں میں منقسم تھا۔ مطالعہ، تصنیف اور عبادت۔ یہ دمشق میں تقریباً دو ماہ رہے اور اس دوران اپنے نظام الاوقات کو جاری رکھنے کے باوجود احادیث کی سو جلدیں پڑھ ڈالیں۔ بقول سیوطی انھوں نے زائد از یکہزار نشستوں میں املائے حدیث کرائی۔ ان کی تصانیف کی تعداد ایک سو پچاس سے زیادہ ہے اور یہ سب کی سب جلال الدین سیوطی کی تصانیف سے زیادہ بہتر و محکم تر ہیں۔ سیوطی کی تصانیف اگرچہ تعداد میں کہیں زیادہ ہیں اور پانچ سو بتائی جاتی ہیں۔ لیکن جو علمی مواد عسقلانی کی تصانیف میں ہے وہ سیوطی کی تصانیف میں نہیں۔

نواب سید صدیق حسن خان صاحب نے سیوطی کو ابن حجر عسقلانی کا شاگرد بتایا ہے۔ (دیکھیے الحِطّۃ بالاسوۃ الحسنۃ والسنۃ) لیکن یہ صحیح نہیں کیونکہ سیوطی کی ولادت ۸۴۹ھ ہے اور ابن حجر کا سال وفات

۸۵۲ھ ہے۔ گویا اس وقت سیوطی صرف تین سال کے تھے۔ ظاہر ہے اس عمر میں سیوطی شاگردی کیا کرسکتے تھے؟

ابن حجر عسقلانی کی سب سے قیمتی تصنیف فتح الباری ہے جو صحیح بخاری کی شرح ہے۔ ابن حجر نے فتح الباری سے کہیں زیادہ مفصل شرح بھی لکھنی شروع کردی تھی لیکن یہ پایۂ تکمیل کو نہ پہنچ سکی۔ سیوطی نے ابن حجر عسقلانی کی جن تصانیف کا ذکر کیا ہے وہ یہ ہیں:

تعلیق التعلیق۔ تہذیب التہذیب۔ تقریب التہذیب۔ لسان المیزان۔ الاصابة فی معرفة الصحابہ۔ الایضاح بنکت ابن الصلاح۔ الرجال الاربعة۔ نخبة الفکر اور اس کی شرح[1]۔ الالقاب وتبصیر المنتبه بتحریر المشتبه۔ تقریب المنهج بترتیب المدرج۔

ان کے علاوہ جن تصانیف کا ذکر بستان المحدثین میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے کیا ہے وہ یہ ہیں:

اللباب فی شرح قول الترمذی وفی الباب۔ اتحاف المهرة باطراف العشرة۔ اطراف المسند المعتلی باطراف المسند الحنبلی۔ الاحتفال ببیان احوال الرجال۔ طبقات الحفاظ۔ الکاف الشاف فی تخریج احادیث الکشاف۔ نصب الرایة فی تخریج احادیث الهدایة[2]۔ هدایة الرواة فی تخریج احادیث المصابیح والمشکوٰة۔ تخریج احادیث الاذکار۔ الاعلام ببیان ما فی القرآن من الابهام۔ نزهة السامعین فی روایة الصحابة عن التابعین۔ المجموع العام فی آداب الشرب والطعام ودخول الحمام۔ توالی التانیس بمناقب محمد بن ادریس۔ نعم السنوح والانوار بخصائص المختار۔ انباء الغمر بابناء العمر۔ الدرر الکامنة فی اعیان المائة الثامنة۔ بلوغ المرام فی احادیث الاحکام۔ قوت الحاج فی عموم المغفرة للحجاج۔ الخصال المکفرة للذنوب المتقدمة والمتأخرة۔ الخصائل الموجبة للظلال۔ بذل الماعون فی فضل الطاعون۔ الامتاع بالاربعین

[1] نزهة النظر فی توضیح نخبة الفکر

[2] نصب الرایة لاحادیث الهدایة فی فروع الفقه الحنفی کے نام سے ایک کتاب عسقلانی سے پہلے جمال الدین ابو محمد عبداللہ بن یوسف بن محمد زیلعی لکھ چکے تھے۔ عسقلانی کی وفات ۸۵۲ھ اور زیلعی کی وفات ۷۶۲ھ میں ہوئی ہے۔

المتباینۃ - بشرط السماع - مناسک الحج - الاحادیث العشاریۃ - الادیعوف العالیہ لمسلم علی البخاری - دیوان الخطب الازھریۃ - دیوان الشعر (والمنتخب منہ) ان کے دیوان کے سات حصے ہیں - نبویات - ملوکیات - اخوانیات - غزلیات، متفرقات، موشحات[۵۳] تقاطیع - پہلا قصیدہ نعتِ نبوی میں ہے جس میں صحیح بخاری کو رمضان ۷۹۸ھ میں ختم کرنے کا ذکر ہے - جن اشعار سے آغاز ہوتا ہے وہ یہ ہیں:

لو ان عذولی لو سلک اسلموا — لو رب الرجوت انی فی المحبۃ اسلم

کاش! میرے ملامت کرنے والے پر ہی رضا کے لیے — تو مجھے امید ہوتی کہ میں محبت میں

زیادہ محفوظ (از ملامت) ہوں

کیف السبیل لکتم اسرار الھویٰ — ولسان دمعی بالغرام یترجم

محبت کے بھید کو چھپانے کی کیا صورت ہو سکتی ہے جبکہ میرے آنسوؤں کی زبان میرے عشق کی ترجمانی کرنے لگتی ہے -

لام العواذل کل صادٍ للقا — وملامھم عین الخطا ان یعلموا

ملامت کرنے والے ہر مشتاقِ ملاقات پر ملامت کیا کرتے ہیں لیکن اگر انھیں عقل ہو تو وہ سمجھ لیں کہ ان کی ملامت نہایت بے جا ہے -

لم یعلموا بمن الھویٰ لکنھم — لاموا لعلمھم بانی مغرم

انھیں معلوم نہیں کہ محبت کس کی ہے وہ سمجھتے ہیں کہ میں بیمارِ عشق ہوں اس لیے وہ ملامت کرنے لگتے ہیں -

لاموا ولما یاتھم تاویل ما — لاموا علیہ لانھم لم یفھموا

وہ چونکہ فہم نہیں رکھتے اس لیے وہ جس بات پر ملامت کرتے ہیں وہ اس کی حقیقت نہ جاننے کی وجہ سے کرتے ہیں -

ان ابرمونی بالملام فان لی — صبراً سینقض کل ماقد ابرموا

اگر محض مجھے خاموش کرنے کے لیے ملامت کرتے ہیں تو میرے پاس صرف صبر ہے -

---

[۵۳] ایسا منظوم جس میں ایک ہی قافیے کی پابندی نہ ہو - یہ اہلِ اندلس کا اختراع ہے -

جو اُن کی تمام ملامتوں کا توڑ ہے۔

ما شاھدوا ذلک الجمال وقد بدا فانا الاصم عن الملام وھو عمی ا

جس جمال کا مجھے مشاہدہ ہوا ہے انھیں نہیں ہوا ہے اس لیے مَیں ملامتوں کی طرف سے بہرا ہوں اور وہ (مشاہدہ نہ ہونے کی وجہ سے) اندھے ہیں۔

پھر آخر میں کہتے ہیں:

یا من لہ سنن واٰثار اذا تلیت یری الاعمیٰ ویغنی المعدم

اے وہ ذاتِ گرامیؐ جس کی سنتیں اور آثار تلاوت کیے جائیں تو اندھے کو بینائی حاصل ہو جائے اور فقیر غنی ہو جائے۔

ثم الصلوٰۃ علی النبیؐ فانہ یبدی بہ الذکر الجمیل ویختم

پھر اس نبی پر درود ہو جس کے نام سے ذکرِ جمیل کا آغاز ہوتا ہے اور اسی پر اختتام ہوتا ہے۔

ایک دوسرے قصیدہ نعتیہ میں ابنِ حجر کہتے ہیں:

ایا خیر خلق اللہ دعوۃ مذنب تخوف من نار الجحیم توقدا

اے بہترین مخلوقات! ایک گناہ گار کی فریاد سنیے جو جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ سے خوف زدہ ہے۔

لہ سند عال بمدحک نیر وبابک (مسی) منہ اسنی واسند

اس کے پاس تیری مدح کی ایک عالی اور روشن سند ہے اور تیری چوکھٹ اس سے بھی روشن تر اور بلند تر ہے

وانت الذی جنبنا طارق الردی وانت الذی عرفنا طرق الھدی

آپ وہ ہیں جسے مسافرِ شب کی طرح چٹانوں کے ٹکراؤ سے محفوظ رکھا گیا اور آپ وہ ہیں جسے صحیح راستوں کی پہچان عطا کر دی گئی ہے۔

الا لیت شعری ھل ابیتن لیلۃ بمکۃ اشفی ذا الفؤاد المفندا

اے کاش مَیں مکے میں ایک رات گزاروں اور اپنے بہکے ہوئے دل کو تشفی دوں۔

واھل اردن وماء النعیم بزمزم وھل لی ان اروی واشفی واسعدا

اور یہیں آب زمزم کی نعمت حاصل کرکے سیرابی شفا اور سعادت حاصل کروں

وانی لصادٍ صادرٌ عن مواردی الی ان اری من عین زمزم موردا

مَیں مشتاق ہوں کہ اپنے تمام چشموں سے دُور ہوکر چشمۂ زمزم کے گھاٹ کو دیکھ لوں۔

فیارب حقق لی رجائی فاننی اخاف بان اقصیٰ طویلا واطردا

اے میرے رب! میری ان امیدوں کو بر لانے والا کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ مَیں کہیں بہت دور نہ پھینک دیا جاؤں۔

وحاشاك ان تقصی عن الباب مخلصا بتوحیدہ یرجو رضاك لیسعدا

نہیں نہیں ایک ایسے مخلص شخص کو جو اپنی توحید سے سعادت حاصل کرنے کے لیے تیری رضا کا طلبگار ہو تو دُور نہیں رکھے گا۔

ابن حجر کی قادر الکلامی کا اندازہ کرنے کے لیے ایک واقعہ اور سُن لیجیے جو شاہ عبد العزیز دہلوی نے بُستان المحدثین میں لکھا ہے شیخ شمس الدین مصری کو ایک حدیث کے متعلق معلوم کرنا تھا کہ یہ کہاں کی روایت ہے اور کس پائے کی ہے؟ شیخ موصوف نے یہ سوال ابن حجر سے کیا اور سوالنامہ منظوم کرکے بھیجا۔ ابنِ حجر نے برجستہ اور فی الفور جواب لکھا اور یہ جواب بھی منظوم تھا اور اسی بحر اور اسی قافیے میں تھا۔ گویا ابنِ حجر جس پائے کے محدث تھے اسی پائے کے ادیب اور قادر الکلام شاعر بھی تھے پہلے شیخ شمس الدین مصری کا سوالنامہ منظوم سنیے:۔

یاحافظ العصر ویامن لہ تشد من اقصی البلاد الرحال

یااماماً للوریٰ بابہ محط آمال الثقات الرجال

ابن العماد الشافعی ادعی وعدد مافاہ بہ فی المقال

شرب کم عن انکماذ من الخبر المروی حقا یقال

فھل اتی من مسند ما ادعی او اثر یرید اھل الکمال

بیّن رعاك اللہ یاسیدی جواب ماضمنتہ فی السؤال

لازلت یامولی لنا دائماً فی الحال والماضی کذا فی المآل

"اے اس زمانے کے حافظِ حدیث اور اے وہ جس کے پاس دُور دراز ملکوں سے لوگ رختِ سفر باندھ کر آتے ہیں۔

اے دنیا کے امام جس کی چوکھٹ ثقہ لوگوں کی امید گاہ ہے۔

ابنِ عماد[1] شافعی دعوےٰ کرتے ہیں کہ انھوں نے جو بات کہی ہے وہ ایک حدیث ہے جو موجود ہے۔

حدیث یہ ہے کہ: تم میں سب سے بدتر وہ لوگ ہیں جو مجرد (چھڑے غیر شادی شدہ) ہیں اور کہا جاتا ہے کہ یہ ایک حدیث ہے جو مروی ہے۔

تو جو دعویٰ انھوں نے کیا ہے کیا وہ واقعی کسی مسند میں ہے؟ یا وہ کوئی اثر ہے جسے اہلِ کمال (محدثین) روایت کرتے ہیں؟

اے سیدی! میں نے جو سوال کیا ہے اس کے جواب کو وضاحت سے بیان کیجیے اللہ تعالیٰ آپ کو نیک توفیق بخشے۔

اے مہربان! آپ ہمیشہ ماضی و حال میں ہمارے مددگار رہے ہیں اور آیندہ بھی رہیں گے۔

ان الفاظ میں یہ چیز قابلِ غور ہے کہ سائل کتنے ادب سے گفتگو کر رہا ہے اور کس طرح ابنِ حجر عسقلانی کے فضل و کمال کا اعتراف کر رہا ہے۔ اس کے جواب میں فی البدیہہ اسی زمین میں ابنِ حجر نے جو جواب لکھا وہ یوں ہے:

اهلا بها بيضاء ذات الكمال … بالنقش يزهو ثوبها بالصقال
مُنّت بوصل بعد فصل شفى … من الم الفرقة بعد اعتلال
تسأل هل جاء لنا مسند … عمن له المجد سما والكمال
ذم الى الغزبة قلنا نعم … من مال عن الف وفي الكف مال
اراذل الاموات عزابكم … شراركم عزابكم يا رجال
اخرجه احمد والموصلي … والطبراني الثقات الرجال

---

[1] یہ محمد بن احمد بن عماد بن یوسف بن عبد النبی اقفہسی شافعی ہیں جو قاہرہ میں ۷۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۸۶۶ھ میں وفات پائی۔ یہ صاحبِ تصانیف ہیں۔ دیکھیے معجم المؤلفین (عمر رضا کحالہ) ج ۸، ص ۳۰۱، ۳۰۲)

من طرق فیها اضطراب وکلا یخلو من الضعف علی کل حال

میں خوش آمدید کہتا ہوں اس سفید سرگین آنکھ والی کو جس کے کپڑے صیقل شدہ (صاف ستھرے سفید) اور اس پر گل کاری نمایاں ہے۔ اس نے جدائی کے بعد ملنے کی مہربانی کی جس نے بیماری کے بعد جدائی کی تکلیف سے شفا دی۔

آپ پوچھتے ہیں کہ کیا ہمارے پاس اہلِ مجد کمال کی کوئی ایسی باسند روایت ہے جس میں تجرد (بے زوج زندگی) کی مذمت کی گئی ہو؟

تو ہمارا جواب یہ ہے کہ: ہاں بشرطیکہ وہ شخص اپنے پاس مال رکھتے ہوئے بھی الفتِ زوج حاصل کرنے سے متنفر ہو۔

تمہارے چھڑے تو مُردوں کی سی بے لبسی چاہتے ہیں۔ اس لیے اے لوگو! تم میں بدترین لوگ وہ ہیں جو چھڑے ہیں۔

یہ حدیث (احمد) موصلی اور طبرانی جیسے ثقہ حضرات نے روایت کی ہے لیکن یہ ایسے طرق (اسانید) سے بیان ہوتی ہے جس میں اضطراب ہے اور بہرحال یہ ضعف سے خالی نہیں۔

ابن حجر کے اس جواب سے ان کی حاضر دماغی، برجستگی، قادر الکلامی اور وسعتِ نظر کا اندازہ کرنا مشکل نہیں۔

ابنِ حجر حدیث میں جو اعلیٰ مقام رکھتے ہیں اس کا سرسری اندازہ تو ان کی تصانیف کی فہرست ہی سے ہو جاتا ہے۔ یہ فنِ حدیث کی طرح فنِ رجال کے بھی امام ہیں۔ فنِ رجال پر اگر ابنِ حجر کی کتابیں نہ ہوتیں تو آج یہ فن بالکل ہی ناقص رہتا۔ مگر عجیب بات یہ ہے کہ امام فنِ حدیث ہونے کے ساتھ ساتھ یہ کمال درجے کے ادیب اور قادر الکلام شاعر بھی تھے۔ شاعر کے لیے صرف شعر گو ہونا کافی نہیں اسے زندہ دل اور نکتہ سنج بھی ہونا چاہیے۔ ابنِ حجر کوئی خشک قسم کے شاعر نہ تھے زندہ دلی اور بذلہ سنجی کا خاصہ عنصر بھی رکھتے تھے۔

یہ قاضی القضاۃ تھے۔ جب معزول ہوئے تو ان کی جگہ شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن علی قایانی بھیجے گئے۔ چارج دیتے وقت ابنِ حجر نے یہ قطعہ پڑھا:

عندی حدیث ظریف بمثلہ یتغنی — من قاضیین یعزی ذا و ذا یہنی

یقول ذا اکسا ھوتی و ذا یقول استرحنا ویکذبان جمیعا فمن یصدق منا

میرے پاس ایک دلچسپ بات ہے جسے الاپنا چاہیے۔ یہ دو قاضیوں کی بات ہے جن میں ایک سے اظہار افسوس کیا جاتا ہے اور دوسرے کو مبارک باد دی جاتی ہے۔
ایک کہتا ہے کہ مجھے (یہ عہدۂ قضا سنبھالنے پر) لوگوں نے مجبور کیا اور دوسرا کہتا ہے کہ مجھے اس جھنجھٹ سے نجات ملی۔ دراصل دونوں جھوٹ بول رہے ہوتے ہیں۔ پھر ہم دونوں میں سچا کون ہے؟

ابنِ حجر کے ساتھ ایک لطیفہ یہ ہوا کہ جب سلطان نے مدرسۂ مؤیدیہ بنوایا تو اس کا شمالی منارہ جھک گیا اور اس کے گر جانے کا خطرہ پیدا ہوا۔ فرمانروا نے اسے توڑ کر از سرِ نو بنانے کا حکم دیا۔ اتفاق سے شارح بخاری بدرالدین عینیؒ[۵] اسی منارے کے پاس بیٹھ کر درس دیا کرتے تھے۔ حافظ ابن حجر نے چند شعر لکھے اور بادشاہ کو سنا بھی دیے۔ شعر یہ ہیں:

لجامع مولانا المؤید رونق منارتہ بالحسن یزھو و بالزین
تقول وقد مالت عن القصد امیلوا فلیس علیٰ جسمی اضر من العین

ہمارے فرماں روا مؤید باللہ کی اس درس گاہ میں بڑی رونق ہے اس کا منارہ زیب و زینت میں نمایاں ہے۔
وہ اپنے اعتدال (راست قامتی) سے جُھک کر کہہ رہا ہے کہ مجھے چھوڑ دو مہلت دو کیونکہ جسم میں آنکھ کی تکلیف سے زیادہ کسی عضو کی تکلیف نہیں ہوتی۔ (شعر میں عین کو عینی کی طرح پڑھا جائے گا۔ جس سے ذہن بدرالدین عینی کی طرف منتقل ہو جاتا ہے)

لوگوں نے یہ واقعہ عینی تک پہنچا دیا اور کہا کہ ابنِ حجر نے آپ پر تعریض کی ہے۔ عینی کو بڑا غصہ آیا وہ خود شاعر نہ تھے اس لیے گرد و نواح سے شعرا کو بلوا کر اس کا جواب لکھوایا اور خوب اشاعت کی۔
وہ شعر یہ ہیں:

منارۃ لعروس الحسن قد جلیت وھدمھا بقضاء اللہ والقدر

[۵] یہ علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ ہیں اور عمدۃ القاری کے نام سے ان کی بھی ضخیم شرح بخاری ہے جو ۲۶ سال کی محنت کے بعد ۸۴۷ھ میں مکمل ہوئی۔

قالوا اصیبت بعین قلت ذا غلط   وانما اوجب الهدم الاخیبة الحجر

عروسِ حسن کے لیے منارہ ایک واضح نشان تھا اور اس کا انہدام قضاء وقدر کی طرف سے ہوا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ اس کی آنکھ (عین) میں تکلیف ہوگئی ہے ، میں کہتا ہوں یہ بالکل غلط ہے۔ دراصل اس کو حجر (پتھر) خراب ہونے کی وجہ سے ڈھانا پڑا ہے۔ (لفظ حجر میں ابنِ حجر پر تعریض ہے)

حافظ ابنِ حجر عسقلانی کی وفات شب ہفتہ ۲۸ ذی الحجہ ۸۵۲ھ میں بمقام قاہرہ ہوئی اور بنی جزولی کے قبرستان سے متصل قرافہ صغریٰ میں مدفون ہوئے۔ جنازے پر غیر معمولی اژدحام تھا۔ بادشاہ نے حصول برکت کے لیے پہلے خود کاندھا دیا پھر باقی اعیان و روٴسا نے انھیں یکے بعد دیگرے کاندھا دے کر آخری آرامگاہ تک پہنچایا۔ ان کی وفات سے علم حدیث کی رونق جاتی رہی۔ حسن المحاضرۃ فی اخبار مصر و القاہرۃ میں لکھتے ہیں کہ شاعرِ عصر شہاب الدین منصوری کا بیان ہے کہ میں جنازے میں موجود تھا۔ موسم باراں نہ ہونے کے باوجود ان کے جنازے پر بارش ہوئی۔ اس وقت شہاب شاعر نے برجستہ کہا ہے

قد بکت السُّحُبُ علی   قاضی القضاۃ بالمطر

وانہدم الرکن الذی   کان مشید امن حجر

قاضی القضاۃ (ابنِ حجر عسقلانی) کی موت پر بادلوں نے بارش کے آنسو بہائے۔

اور وہ ستون جو حجر (پتھر) بنا ہوا تھا آج گر گیا۔

شیخ ادیب شہاب الدین حجازی نے کوئی پچاس شعر کا طویل مرثیہ ان کی وفات پر لکھا۔ ہم اس کو اور ترجمے کو یہاں بخوفِ طوالت نظر انداز کرتے ہیں۔

حافظ ابنِ حجر کا ذکر بے شمار کتابوں میں موجود ہے جو لوگ اس مضمون کو اور وسعت دینا چاہیں وہ مندرجہ ذیل کتابوں کو دیکھیں :

الضوء اللامع (سخاوی) ج دوئم ص ۳۶ - حسن المحاضرہ فی اخبار مصر و القاہرہ (سیوطی) ج اول ، ص ۲۰۶ تا ۲۰۸ - القلائد الجوہریہ (ابن طولون) ص ۳۳۱ تا ۳۳۳ - شذرات الذہب (ابن العماد حنبلی) ج ۷، ص ۲۷۰، ۲۷۳ - البدر الطالع (شوکانی) ج اول ص ۸۷، ۹۲ - نظم العقیان (سیوطی ص ۴۵، ۵۳ - مفتاح السعادۃ (طاش کبری) ج اول ص ۲۰۹، ۲۱۰ - اتحاف النبلاء (صدیق حسن) ص ۱۹۳ تا ۱۹۷ -